

شیخ محمد الامین الہریؒ کا تفسیری و اصولی منہج: تفسیر 'حدائق الروح والریحان' کا ایک تحقیقی جائزہ (سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ کی ابتدائی 105 آیات کی روشنی میں)

"The Exegetical and Juristic Methodology of Shaykh Muhammad al-Amin al-Harari: A Research Study of Hada'iq al-Ruh wa al-Rayhan (In Light of Surah al-Fatihah and the surah al baqara 105 ayat)"

Bi bi Nazma¹

PhD scholar Department of Islamic studies Abdul wali Khan university
Mardan.pakistan

Email: nazmakpkpkpnazma@gmail.com

Dr Sohail Anwar²

Assistant professor Department of Islamic studies Abdul wali Khan universty
mardan.pakistan.

Email: sohail_anwar@awkum.edu.pk

ABSTRACT

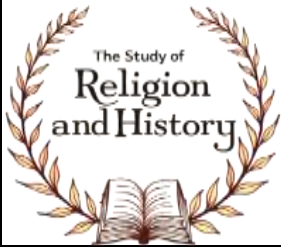
The Qur'an serves as the ultimate source of divine guidance and legislation in Islam. Classical and contemporary exegetes have consistently employed the principles of Usul al-Fiqh (Islamic Jurisprudence) and juristic maxims to derive legal rulings and uncover the divine intent behind the verses. This article presents an analytical study of the exegetical and juristic methodology of the contemporary Shafi'i scholar, Shaykh Muhammad al-Amin ibn Abdullah al-Harari al-Alawi (d. 2016), as reflected in his monumental 33-volume exegesis, *Hada'iq al-Ruh wa al-Rayhan fi Rawabi 'Uhum al-Qur'an*. The study specifically focuses on the first 105 verses encompassing Surah al-Fatihah and Surah al-Baqarah.

The primary objective of this research is to identify, categorize, and analyze the jurisprudence principles and legal maxims utilized by Shaykh al-Harari, examining how he applies them to derive legal rulings within the Shafi'i framework.

The analysis reveals that *Hada'iq al-Ruh wa al-Rayhan* functions not merely as a work of tafsir, but as a comprehensive juristic encyclopedia. Within these opening 105 verses alone, the Shaykh seamlessly integrates over 30 foundational juristic principles. Prominent examples include:

- *Al-Asl fi al-Ashya' al-Ibahah* (The principle of original permissibility), applied in the narrative of the cow [2:67–71].
- *Al-'Ibrah bi 'Umum al-Lafz la bi Khusus al-Sabab* (Consideration of the generality of the wording rather than the specificity of the cause), as demonstrated in "Hudal-lil-Muttaqin" [2:2].
- *La Ijtihad ma'a al-Nass* (The negation of ijtiḥad in the presence of a clear text).
- *Sadd al-Dhara'i* (Blocking the means to evil), derived from verse.
- *Fath al-Dhara'i ila al-Khayr* (Facilitating the means to good), applied in verse.

The study concludes that Shaykh al-Harari harmoniously weaves together linguistic, rhetorical, and legal analyses. By embedding juristic benefits after the commentary of each verse, he presents a unique



THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

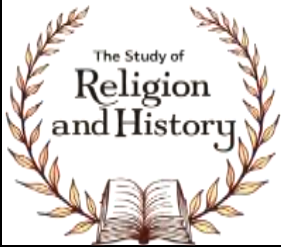
ISSN P : [3006-3329](#)
ISSN E : [3006-3337](#)

contemporary model for deriving rulings directly from the Qur'anic text. This research contributes significantly to the understanding of modern Shafi'i exegesis and the practical application of Usul al-Fiqh in contemporary tafsir literature.

Keywords: Muhammad al-Amin al-Harari, Hada'iq al-Ruh wa al-Rayhan, Usul al-Fiqh, Juristic Principles, Tafsir, Shafi'i School, Surah al-Baqarah.

علامہ امین الدین ہرری کا تعارف

امام عبد اللہ الحریری کی اپنی کتاب کے تعارف میں ایک مکمل سوانح ہے، جس کا ترجمہ ان کے ایک طالب علم ڈاکٹر ہاشم محمد علی بن حسین مہدی نے کیا، جو مسلم ورلڈ لیگ کے اسلامی علوم کے ماہر ہیں، جنہوں نے اس سوانح کو "نزول کرم الذہقان فی صحاحہ الرضا" کے نام سے تشریح کے تعارف میں درج کیا۔ اس کا نام، لقب اور نسب وہ محمد امین بن عبد اللہ بن یوسف بن حسن البویاسین الارمی ہیں، علوی قبیلے سے، ایثیوپیا کی ریاست سے، ہراری کے علاقے سے، خاص طور پر البواتی کے گاؤں سے، مسلک میں ایک سلفی، فقہ میں ایک شافعی، سعودی عرب میں مقیم، اور مکہ مکرمہ کے قریب المصطفیٰ میں مقیم ہیں۔ پڑوس (1) اس کی پیدائش اور پرورش آپ حبشہ (1) میں، حرار کے علاقے میں (3)، بویٹانامی گاؤں میں، جمعہ کی ایک سہ پہر، ذی الحجہ کے آخر میں، سن 1348 ہجری میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ وہیں گزارا یہاں تک کہ وہ حبشہ سے 1398 ہجری میں مملکت سعودی عرب کی طرف ہجرت کر گئے جیسا کہ انہوں نے خود لکھا ہے (1): "میں نے 1398 ہجری میں ہجرت کی"۔ ان کے والد عبد اللہ ابن یوسف البویتی متقی اور پرہیزگار تھے۔ وہ اکثر فقہاء اور محدثین کی صحبت میں رہتے تھے اور اولیاء کرام اور صالحین کی صحبت میں رہتے تھے۔ اس نے اکثر ان سے کہا کہ وہ اپنے بچوں کی راستبازی اور ایمان کے لیے دعا کریں۔ ان کی والدہ کا نام حلیمہ بنت سعد الارمیہ الحریش تھا، جو اپنے وسیع فلاحی کاموں کے لیے مشہور تھیں۔ (1) دیکھیں: قرآن کی پہاڑیوں میں روح کے باغات اور تلمیذ کی تشریح کا تعارف: شیخ صدقہ، اور اس کا انتقال اس وقت ہوا جب وہ دو سال کا تھا، اور اس کے والد نے اس کی جوانی میں مذہبی پرورش کی، اور استاد نے اسے اس وقت پالا جب وہ چار سال کا تھا، اور اس نے چھ سال میں قرآن حفظ کیا، اور وہ اسے توحید اور فقہ کے استاد کے پاس لے گئے۔ ان کا خاندان، بشمول ان کے چچا جامی یوسف، عثمان بن یوسف، اور احمد یوسف، مذہب، عبادت اور راستبازی کے لوگ تھے۔ حبشہ میں ان کے بیٹے، جن میں سب سے بڑے محمد یاسین تھے، فقہ، حدیث، تفسیر، اور عربی زبان کے علوم کے استاد تھے، اور وہ اپنے علاقے میں مذہبی کونسل کے سربراہ تھے۔ اس کے تقریباً دس بیٹے تھے۔ محمد بیان رحمہ اللہ نے وفات پائی اور آٹھ بیٹے چھوڑے ہیں۔ محمد نیرس انتقال کر گئے اور ایک بیٹی چھوڑی ہے۔ محمد ذکوان زندہ ہیں اور ان کے چار بیٹے ہیں۔ محمد تیان اس وقت اچانک انتقال کر گئے جب وہ متبادل کے باب میں ابن مالک کی الفیہ پڑھ رہے تھے۔ اس کی عمر چودہ برس تھی اور وہ ذہین اور ادراک تھا۔ جہاں تک اس کے بھائیوں کا تعلق ہے، وہ یہ ہیں: احمد بن عبد اللہ اور محمد بن عبد اللہ، دو بڑے بھائی، محمد زینی عبد اللہ، زکریا عبد اللہ، جو ایک عالم اور استاد تھے، اور کفار نے اسے اپنے حلقے میں اس لیے قتل کیا کہ اس نے کمیونزم کے مذہب کی پیروی سے انکار کیا، عبد الحکیم بن عبد اللہ، اور دیگر۔ چنانچہ اس کے بھائیوں کی کل تعداد آٹھ ہے جن میں سے چار فوت ہو گئے۔ ان کی ازدواجی حیثیت: شیخ نے چار خواتین سے شادی کی، جن میں سے دو حبشہ میں تھیں: ام یاسین حوا بنت احمد یوسف العلویہ، اور ام بیان خدیجہ بنت احمد الصومالیہ۔ مکہ میں، ان کی دو بیویاں تھیں: ام اسماعیل مر دیہ بنت سفیان بن احمد النوالیہ، جن سے ان کے چار بیٹے تھے، جو سب مسجدوں میں تھے: اسماعیل، اسحاق، ابراہیم اور فائقہ؛ اور ام عبد اللہ زہرا بنت عثمان الننیا، جن کے دو بیٹے تھے، عبد اللہ اور عبد الرحمن، دونوں سیکنڈری اسکول میں تھے۔ ان کے سب سے مشہور اساتذہ میں اپنے زمانے کے سبائید اور اپنے عہد کے منفرد عالم ابو محمد الشیخ موسیٰ بن محمد العدلی شامل ہیں، جن کے ساتھ وہ آٹھ سال تک رہے، ان سے عربی لسانیات کی بارہ شاخیں، اجرومیہ متن سے لے کر خزرجیہ تک، فصاحت کے ساتھ سیکھیں۔ شیخ الحریری کو حبشہ کے سبائیہ کے نام سے پکارا جاتا تھا، علم کا ترجمان تھا اور وہ شیخ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ ان کے دیگر اساتذہ میں شیخ محمد مدید الحریری بھی تھے، جن کے ساتھ وہ دو سال تک رہے، اور ان سے حاصل کردہ علوم پر ہم بعد میں گفتگو کریں گے۔ شیخ ابراہیم النولی، جن سے انہوں نے فقہ شافعی میں الفتح الجواد پر الارشاد کی تعلیم حاصل کی۔ اور شیخ عثمان البوسی۔ شیخ احمد ابراہیم الحریری اور بہت سے



THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

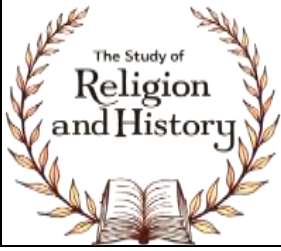
Vol.4 No.1 2026

ISSN P : [3006-3329](#)
ISSN E : [3006-3337](#)

دوسرے جن کے بارے میں ہم ان کی علمی زندگی میں بات کریں گے۔ حبشہ میں ان کے شاگردوں میں ان کے شاگرد بھی شامل تھے۔ 1- شیخ عبداللہ بن یوسف الحریری، حدیث کے ماہر اور ماہر فقہ، جو پندرہ سال تک شیخ کے ساتھ رہے۔ شیخ حسن یوسف الحریری شیخ عبداللہ العربی

• شیخ عبداللہ النولی

ای شیخ داؤد النولی شیخ مصباح فجر کی نماز کے بعد مسجد میں پڑھاتے رہے یہاں تک کہ عشاء کی نماز کے بعد دوادوار پڑھائے، صرف قضائے حاجت کے لیے نکلے۔ وہ ایک دن میں چوبیس ادوار پڑھاتے تھے، جس میں چودہ مضامین یا اس سے زیادہ کا احاطہ کیا جاتا تھا۔ حبشہ سے ہجرت سے پہلے ان کی تدریسی مدت ستائیس سال تھی۔ مکہ میں، دارالحدیث الخیریہ میں، تقریباً اکتیس سال تک، اور ان لوگوں میں جنہوں نے آپ کے ساتھ حرم میں تعلیم حاصل کی۔ مکہ 1- یمن کے عالم حدیث شیخ مقبل ہادی الوادی مصری شاگردوں میں سے تھے۔ 2- شیخ عبدالعزیز بن علی المصری، استاد دارالحدیث الخیریہ شیخ مصطفیٰ فواد المصری قاسم یونیورسٹی میں استاد ہیں، اور کچھ اور بھی ہیں جن کی تعداد معلوم نہیں ہے۔ خدا (1) 2- شیخ الحریری کا دور شیخ الحریری کے سیاسی اور سائنسی حالات تھے جنہوں نے اس دور اور اس کی خصوصیات پر روشنی ڈالی، اور ہم ان کا مختصر ذکر کریں گے۔ شیخ الحریری اور ان کی تشریح میں کوششوں کے بارے میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے ساتھ ایک سائنسی مقالہ جاری کیا گیا تھا، اور اس میں شیخ کی زندگی کے ان پہلوؤں کو اس طرح بیان کیا گیا تھا کہ اس کی تکرار غیر ضروری ہو جاتی ہے۔ سیاسی زندگی: مبصر شیخ الحریری نے اپنی ابتداء شہر ہرار...: وہی، اور وہاں اسلام زبردستی مسلط نہیں ہوتا، بلکہ یہ انفرادی تبلیغ اور تعامل اور قربت کے ذریعے پھیلتا ہے۔ جن خطوں میں یہ پایا جاتا ہے ان میں خطہ حرار بھی ہے جہاں مفسر کی پیدائش ہوئی تھی۔ مبصر سیاسی طور پر زرخیز دور سے گزرا، کیونکہ وہ ایتھوپیا میں، ہرار کے علاقے میں پیدا ہوا تھا، اور اپنی زندگی کا بیشتر حصہ وہیں گزارا جب تک کہ وہ ایتھوپیا سے سعودی عرب کی مملکت میں ہجرت نہیں کر گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا خطہ سیاسی تنازعات سے بھر ا ہوا تھا، خاص طور پر اسلامی نقطہ نظر کے مخالف سیاسی دھاروں کی موجودگی کی وجہ سے، خاص طور پر کمیونسٹ پارٹی، جن کے درمیان شیخ کے ساتھ لڑائیاں اور تصادم ہو کر تھیں۔ شیخ نے کمیونسٹ لہر کے خلاف اپنے وطن اور قوم کے دفاع میں اسلامی محاذ کی قیادت کی جس کی ہر ا پر مضبوط گرفت تھی، جس کی وجہ سے شیخ کو کمیونسٹوں کی جانب سے قتل کرنے کی متعدد کوششوں کے بعد ہجرت کرنا پڑی۔ اس کا ذکر شیخ کی سوانح حیات میں کیا گیا ہے، جہاں ان کی ہجرت کی وجہ کمیونسٹوں کا انہیں قتل کرنے کا معاہدہ تھا جب اس نے علاقے میں اور مواصلات فرسٹ قائم کیا، اور اس نے ان کے ساتھ جنگ کی اور کمیونسٹوں کو بھاری نقصان پہنچایا، اور انہوں نے اسے قتل کرنے کے لیے اس کا محاصرہ کیا، اور وہ خدا کی حفاظت سے ان کے ہاتھوں سے بچ نکلا (1)۔ شیخ کی علمی زندگی: اس کا ترجمہ اس سائنسی دور کی نوعیت کو واضح طور پر ظاہر کرتا ہے جس میں شیخ ہرار سے ہجرت سے پہلے اور بعد میں بھی رہتے تھے، علماء کے ساتھ رہنے اور ان کے پاس پڑھنے کے لحاظ سے۔ اس دور کی خصوصیت علماء سے علم حاصل کرنے کے پرانے طریقوں کو محفوظ رکھنے، علماء اور شیخوں کے پاس سفر کرنے اور ضروری شرعی علوم حاصل کرنے کے لیے ان کے ساتھ رہنے کی خصوصیت تھی۔ اس کی خصوصیت جامعات اور شرعی اداروں کی طرف سے شرعی علوم کے حصول میں اپنانے جانے والے جدید طریقوں سے بھی تھی۔ یہ بات شیخ کے ان مکاتیب تعلیم کے ترجمے سے واضح طور پر ظاہر ہوتی ہے جہاں سے انہوں نے مذہبی تعلیم حاصل کی، خواہ ایتھوپیا میں ہو یا کہیں اور۔ شیخ ایک ہم عصر تھے اور ہمارا دور اسلامی فقہ کے مختلف شعبوں کے علماء سے بھر پڑا ہے۔ یہ اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مفسر نے اپنی تفسیر میں شیخ المرافی وغیرہ جیسے معاصرین سے کیا نقل کیا ہے۔ یہ بات اس وقت اور بھی واضح ہو جائے گی جب مبصر کے اساتذہ پر گفتگو کی جائے جن سے انہوں نے متنوع علم حاصل کیا، اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہ شیخ جس دور میں رہتے تھے وہ ایک بھرپور فکری دور تھا، علم و سائنس کے متنوع شعبوں سے بھر ا ہوا تھا۔ پہلا ہدایت اور حصول علم کا مرحلہ اس کی پرورش اس کے والد نے کی تھی، کیونکہ اس کی ماں کا انتقال اس وقت ہوا جب وہ جوان تھا۔ جب وہ چار سال کا تھا تو اسے استاد کے پاس رکھا گیا، اور اس نے قرآن سیکھا اور چھ سال کی عمر میں اسے مکمل کیا۔ پھر اسے توحید اور فقہ کے علوم کے مکاتیب میں منتقل کر دیا گیا، اور اس نے اشعری توحید سے عام لوگوں کا عقیدہ (بذریعہ شیخ احمد المرزوقی، اور نابالغ)، اور نابالغ (معمولی)، اور بڑا، اور شیخ محمد السنوعی کے بڑے بڑے عقیدہ حفظ کیا۔ کیونکہ اس وقت حبشہ کے لوگ اشعری تھے، اور انہوں نے فقہ شافعی کے بہت سے اختصار جیسے (مختصر ابی شجاع) کو (کفایت الاخبار) اور (عمدة السالك از احمد بن النقیب، اور



THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

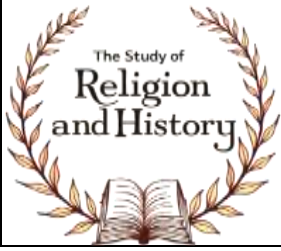
Vol.4 No.1 2026

ISSN P : [3006-3329](#)
ISSN E : [3006-3337](#)

زید احمد الشفیعی، اور زید احمد الشفیعی، کے ساتھ حفظ کیا۔ اس نے امام نووی رحمہ اللہ کی کتاب المنہاج کو مغنی المحتاج کی تفسیر کے ساتھ پڑھا۔ (1) دیکھیں: کتاب کا تعارف "روح کے باغات کی تشریح اور قرآن کے علوم کے پہاڑوں میں تلسی"، صفحہ 15۔ اور شیخ الاسلام الانصاری کا (طریقہ کار) ان کی وضاحت فتح الوہاب کے ساتھ، اور انہوں نے اپنے ممالک کے بہت سے شیعوں کے ساتھ شافعی فقہ کے بہت سے اختصار اور توسیع شدہ نسخوں کو پڑھا (1)۔ شیخ الحریری نے اپنے فقہی، نظریاتی اور لسانی علوم کی ابتدا شیخ ابو محمد شیخ موسیٰ بن محمد العدلی کے ہاتھ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، چنانچہ انہوں نے جلال الدین الحلی کی طرف سے النووی کے نقطہ نظر کی وضاحت سے آغاز کیا، پھر اس کے بعد وہ کتاب المسائل تک پہنچے۔ ان کے متذکرہ بالا شیخ نے ان پر رحم کیا، انہیں گرامر کے مطالعہ کی طرف متوجہ کیا، کیونکہ انہوں نے ان میں ذہانت اور علم میں مستعدی دیکھی۔ اس نے اسے گرامر کے خلاصے پڑھے جیسے کہ الاجرومیہ کا متن اور اس کی بہت سی تفسیریں، متن الازہر، اور ملہت الاعراب اس کی وضاحت کے ساتھ کشف الکتاب از عبد اللہ الکلیجی، اور قطر الندی اس کی وضاحت کے ساتھ (محبیب اللہ اور الہی الہی کی کتاب)۔ ابن مالک اس کی بہت سی تصریحات کے ساتھ، جیسے (ابن عقیل کی تفسیر اور المکوودی کی تفسیر) اور (الاسوطی کی تفسیر)۔ اس کے بعد اس نے اپنے آپ کو مورفولوجی، بیانیہ، پراسوڈی، منطق، زمرہ جات، اور لہٹیمولوجی کے مطالعہ کے لیے وقف کر دیا، ان شعبوں میں جانفشانی سے کام کیا اور ابن مالک کی الفیہ، ملہت العرب، لمیات الفضل، السلم کو منطق میں، اور الذکر الذکر میں حفظ کیا۔ وہ ہر رات اس وقت تک نہیں سوتا تھا جب تک... وہ مذکورہ بالا اشعار کا اختتام حافظے سے کرتا ہے۔ وہ اپنی جوانی سے لے کر بڑھاپے تک بہت کم سوتے تھے، یہاں تک کہ بڑھاپے میں بھی وہ اکثر چوبیس میں سے صرف چار گھنٹے سوتے تھے، علم کے مطالعہ میں ان کی بے پناہ محنت کی وجہ سے۔ اس نے اپنے شیخ کے حلقہ کے ساتھ ان فنون کا مطالعہ کیا۔ انہوں نے مذکورہ شیخ سے تعلیم حاصل کی اور تقریباً سات سال تک ان کے پاس رہے۔ اس کے بعد اس نے شیخ محمد مدید العدلی کو گرامر کی لمبی کتابیں پڑھیں، جیسا کہ "محبیب اللہ" (قطر الندی پر) اور "مغنی الیب" (دونوں ابن ہشام کی طرف سے)، اور "الفوائج الجنبیہ" (المتممہ الاجرومیہ اور دیگر طوالت کی کتابیں)۔ اس نے اپنے شیخ کے حلقہ کے ساتھ تعلیم بھی حاصل کی اور سورہ یسین تک کی تفسیر بھی پڑھی اور تین سال تک ان کے ساتھ رہے۔ اس کے بعد اس نے شیخ ابراہیم بن یاسین المبحثی کو پڑھ کر سنایا۔ پوری تفسیر، اور اس کے اختصار اور طوالت سے پروڈیوڈی جیسے (اور اس نے اسے طویل منطق بھی پڑھی۔ بیان بازی، prosody) (الکافی کے متن پر المد مہری کی تفسیر) اور (شیخ الاسلام الانصاری کی تفسیر) (الخروجیہ اور پوہیم کی تفسیر) پر۔ الجبر اور مساوات کا فن، اور سروے کرنے کا فن، اور اس میں تقریباً تین سال لگے۔ پھر اس نے شیخ یوسف بن عثمان الورتی کے ساتھ فقہ پر وسیع کاموں کا مطالعہ کیا، جیسے (جلال الحلی کی تفسیر) (المنہاج) اور (فتح الوہاب) پر (المنہاج) شیخ الاسلام کے ساتھ، اس کے ساتھ ساتھ (اس کے حاشیہ دار النساء) سلیمان الجمال، اور ابو شجاع کے متن پر التوتیح کے حاشیہ خطوط) اور (مغنی) (1) دیکھئے: کتاب تفسیر حدائق الروح والریحان فی راوی علم القرآن کا تعارف، ضرورت مند) شیخ الخطیب کی کتاب وراثت تک) اور اس نے ان کو وراثت کی دوسری کتابیں پڑھ کر سنائیں جیسے (الرحبہ کی چمک) اور (الفرات الفیض فن وراثت میں) جو اپنی طوالت کے لحاظ سے ایک اچھی کتاب ہے، اور وہ تقریباً چار سال تک ان کے پاس رہے۔ پھر وہ ان کے پاس سے شیخ ابراہیم المبحی کے پاس گئے اور انہوں نے ان کو ابن حجر العسقلانی کی فتح المجاہد ابن مقری کی تحریر الارشاد پر پڑھی، اس کے پہلے دو حصے ہیں۔ پھر اس کے بعد اس نے (بخاری) کو پوری طرح پڑھا، اور (صحیح الامام مسلم) اور بعض اصطلاحات کی کتابیں علمائے حدیث کے شیخ، حافظ، فقیہ، شیخ احمد بن ابراہیم لکری رحمہ اللہ کے سامنے پڑھیں۔

تفسیر حدائق الروح والریحان فی راوی العلوم القرآن کا تعارف

یہ کتاب تینتیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ مبصر نے اس کی تخلیق میں کافی محنت کی، اور اس کا آغاز شیخ کے شاگردوں میں سے ایک ڈاکٹر ہاشم محمد علی حسین مہدی کے ایک تعارف سے کیا گیا، جس کا عنوان تھا "تفسیر کا تعارف: روح اور خوشبو کے باغات میں معزز مہمانوں کی آمد"۔ اس میں انہوں نے اس تفسیر کے اندر موجود علوم و فنون پر بحث کرتے ہوئے کہا: "سب سے اہم، جامع اور قیمتی معاصر تفسیروں میں سے روح اور خوشبو کے باغات" ہے۔ یہ دوسروں میں بکھری ہوئی چیزوں کو جمع کرتا ہے، اس کے انتخاب اور انتخاب کو مکمل کرتا ہے، اس تفسیر میں ان کے بصیرت، فوائد، علوم، باریکیاں اور قیمتی جوہرات شامل ہیں جو اہل علم کو خوش کرتے ہیں اور ان لوگوں کے ذہنوں کو تقویت دیتے



THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : [3006-3329](#)
ISSN E : [3006-3337](#)

ہیں جو واضح کتاب کی تفسیر سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ جانشین!! اس نے جامع طور پر جمع کیا ہے، اچھی طرح سے تفصیل سے تحقیق کی ہے، اور پیچیدہ مسائل کو قابل رسائی بنایا ہے، اس نے ان چیزوں کو سامنے لایا ہے جو کبھی حاصل نہیں کیا جاسکتا تھا، اس نے بکھرے ہوئے علم کو اکٹھا کیا اور اسے ایک دھاگے میں ترتیب دیا، اور بہترین آراء کا انتخاب کیا۔ تفسیر کے تمام پہلوؤں میں وضاحت کی شعاعیں، انہیں ایک متحد پورے میں جمع کرنا۔ میں نے بکھرے ہوئے عناصر کو ایک مضبوط عالم کے انداز اور پیچیدہ علمی طریقہ کار میں اکٹھا کیا ہے۔ تمام پس منظر اور تخصص کے اسکالرز کو اس تفسیر میں وہ علم ملے گا جس کی وہ تلاش کرتے ہیں اور جس فن کی طرف وہ راغب ہوتے ہیں۔ ہر ایک اپنی خواہش کو حاصل کرے گا، اس کے پرچہ ذریعہ سے اپنی پیاس بجھائے گا، اور اس کے لذیذ پھل کاٹے گا۔ یہ ایک ایسی تفسیر ہے جو خود کفیل ہے اور اس کی جگہ کوئی دوسرا نہیں لے سکتا۔ اس کے علاوہ اور بھی ہیں، سوائے اس کے کہ اس کے دوسرے کام اس کے معاون ہیں۔ لہذا جو شخص کسی آیت کی تفسیر علم کی بنیاد پر تلاش کر رہا ہو اور اس کے متعلق صحابہ کرام اور جانشینوں کے اقوال کو جاننا چاہتا ہو۔ عمومی وضاحت کے علاوہ اس کی درخواست بھی پوری کی جائے گی۔ ان لوگوں کے لیے جن کی فکر لسانی پہلوؤں کو جاننا، گرامر کے پہلوؤں کو سمجھنا، یا تفصیلی تجزیہ کرنا ہے، تو یہ تشریح ان موضوعات کو پیش کرنے والی بہترین چیزوں میں سے ایک ہے۔ جو لوگ قرآنی فصاحت اور اس کے بیاناتی معجزے سے متوجہ ہیں، ان کے لیے اس تفسیر نے ہر آیت کے بعد اس فن کے بارے میں بات کرنے کا طریقہ بنا لیا ہے۔

- اور جو کوئی پڑھنے اور ان کے پہلوؤں کو تلاش کر رہا ہے، ان سے اور ان کو پڑھنے والوں سے واقف ہونے کی کوشش کر رہا ہے... تو یہ موضوع ان فنون میں سے ہے جن کا اس تفسیر نے خیال رکھا ہے۔

جو شخص دین کا گہرا فہم حاصل کرنا چاہتا ہے، قرآنی نصوص سے شرعی احکام اخذ کرنا چاہتا ہے، اور اس بارے میں سرکردہ فقہاء کی آراء جاننا چاہتا ہے، اسے اس عظیم کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اس طرح، ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری عصری دنیا میں ایسی کتاب کا ظہور ہمارے لیے راستہ چھوٹا کر تا ہے، اور ہمارے لیے بہت سے فنون کے بارے میں جاننے کی راہ ہموار کر تا ہے، اس کے لیے کئی پرانے ذرائع کا حوالہ دینے کی ضرورت نہیں ہے جن میں تحقیق کے لیے محنت اور وقت درکار ہوتا ہے، اور ہم عسروں کا زمانہ کتنا محدود ہے اور تنقہ فقہیہ ہونے، فقہ حاصل کرنے اور اس میں غور و فکر کے لغوی معنی: لغت میں فقہ¹، سمجھداری اور ذہانت کو کہتے ہیں۔ فقہیہ ذہین اور سمجھدار شخص کو کہا جاتا ہے خوض کرنے کا نام ہے۔

- اور کتاب الحاوی میں ہے۔ الفقہ فی اللغة: الوقوف والاطلاع یعنی لغت میں فقہ کا معنی واقف ہونا اور اطلاع پانا ہے²۔ فقہ کی لغوی تحقیق اور وجہ تسمیہ: لفظ فقہ باب سبع یسبع سے آیا ہے بمعنی فہم فہم

جیسا کہ قرآن پاک میں ہے {يَا شُعَيْبُ نَافِقُهُ كَثِيرًا إِنَّمَا نَقُولُ³}

- اس صورت میں فقہ کو فقہ کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہوگی۔ کہ فقہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے احکام (جو حلال و حرام سے متعلق ہوں) سمجھے جاتے ہیں۔ یعنی اس صورت میں فقہ سمجھنے، فہم اور ذہانت کو کہا جاتا ہے اور ہر سمجھنے والے کو فقہیہ صیغہ فاعل کہتے ہیں۔⁴ اور باب کرم بکرم سے بھی استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی علم یعلم۔ یعنی اس باب سے آنے کی صورت میں فقہ بمعنی جاننا آتا ہے۔ اور باب فتح یفتح سے شق یشتق بمعنی چیرنا کے بھی استعمال ہوتا ہے۔

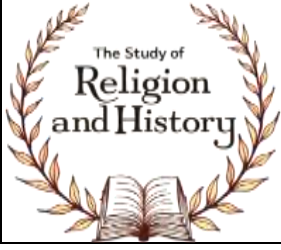
- ہوئے مسائل کی چیر پھاڑ کر حقیقت کا حکم کا استنباط اور استخراج میں دوسروں سے آگے نکل جاتے ہیں۔ و چونکہ فقہاء فقہ کی اصطلاحی تعریف: متقدمین کی تعریف: فقہ کے اصطلاحی تعریف مختلف ادوار میں مختلف رہی ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ پچھلے زمانے میں فقہ کا مفہوم وسیع تھا۔ راہ آخرت کے

¹ الصحاح الجوہری ج3، ص2233م

² لسان العرب ج3، ص2233م

³ الفقه الاکبر مع الشرح

⁴ الصحاح الجوہری ج3، ص2233م



THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

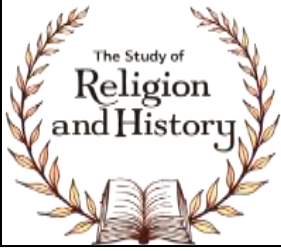
ISSN P : [3006-3329](#)
ISSN E : [3006-3337](#)

علم، آفات نفسانیہ، اعمال کی خرابیوں کے اسباب اور ان کے علاج کو جاننے، دنیا کو حقیر اور آخرت کو بڑی شے سمجھنے، خوف خدا کا دل پر غالب آنے کا نام فقہ تھا۔ (1) اس وجہ سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ نے فقہ کی یہ تعریف کی ہے۔ معرفۃ النفس والمالہا وعلیہا (2) حسن بصری رحمہ اللہ علیہ سے فقہ کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا فقہ وہ شخص ہے جو دنیا سے بے رغبت ہو، اور آخرت کی طرف رغبت رکھنے والا ہو۔ (3) فقہ کی یہ تعریف علم العقائد، تصوف، آداب معاشرت اور مروجہ علم فقہ سب کو شامل ہے۔ اس تعریف کے قائلین متقدمین علماء تھے۔ متاخرین کی تعریف: اور متاخرین علماء نے یہ تعریف فقہ کی ہے۔ متاخرین علماء نے فقہ کی مختلف تعریفات کی ہیں۔ مگر مشہور اور معروف تعریف یہ ہے۔ کہ علم بالحکام الشرعیۃ الفرعیۃ المکتسب من أدلتها التفصیل تفسیر حدائق الروح والریحان فی روابی العلوم القرآن کی روشنی میں قواعد فقہیہ کا ذکر اور ان کی مثالیں۔

اس قاعدے کی سب سے مضبوط قرآنی دلیل: **هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ تَابِي الْأَرْضَ جَمِيعًا** "وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا۔" قاعدے سے ربط: اللہ تعالیٰ نے زمین کی تمام چیزیں انسان کے فائدے کے لیے پیدا کی ہیں۔ اگر وہ بنیادی طور پر حرام ہوتی، تو ان کی تخلیق انسان کے لیے احسان کے طور پر بیان نہ کی جاتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ زمین کی ہر چیز میں اصل "اباحت" (حلال ہونا) ہی ہے۔ 2۔ کھانے پینے کی عام اجازت اور چند چیزوں کا استثنا قرآن مجید میں جہاں بھی کھانے پینے کا ذکر آیا ہے، (سے بات کی گئی ہے، جو اباحتِ اصل کی دلیل ہے: **يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ عَلَاقًا طَيِّبًا** "اے لوگو! زمین میں جو حلال پاکیزہ General permission وہاں عمومیت (چیزیں ہیں انہیں کھاؤ۔" (سورہ البقرہ: 168) قاعدے سے ربط: یہاں حکم عام ہے کہ زمین میں جو کچھ ہے اسے کھاؤ۔ اب کون سی چیزیں نہیں کھائی؟ اس کے لیے شریعت نے (کر کے حرام کیا) (جیسے مردار، بہتا ہوا خون، سور کا گوشت وغیرہ، جن کا ذکر آگے چل کر آیت 173 میں ہے)۔ پس ثابت ہوا کہ Exclude چند مخصوص چیزوں کو مستثنیٰ) ممانعت چند چیزوں کی ہے، جبکہ کثیر اشیاء اپنے اصل کے اعتبار سے مباح (جائز) ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کو جنت کی عام اجازت اور ایک درخت کا استثنا تخلیق انسانی کے آغاز ہی سے اس قاعدے کی جھلک ملتی ہے جب حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کو جنت میں بسایا گیا: **وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ** اور ہم نے کہا: اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور اس میں سے جہاں سے چاہو جی بھر کر کھاؤ، اور اس درخت کے قریب نہ جانا۔ (سورہ البقرہ: 35) قاعدے سے ربط: اللہ تعالیٰ نے جنت کے تمام پھلوں اور نعمتوں کو آدم علیہ السلام کے لیے مباح (جائز) قرار دیا اور صرف ایک مخصوص درخت سے منع کیا۔ یہ اس (ہوتی ہے۔ Exception بات کی واضح ترین عملی مثال ہے کہ اصل چیزوں میں "اباحت اور وسعت" ہے، جبکہ حرمت اور ممانعت صرف مخصوص اور استثنائی) بنی اسرائیل کا گائے کے معاملے میں غیر ضروری سوالات کرنا

سورہ البقرہ کی آیات 67 تا 71 میں بنی اسرائیل کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا: قاعدے سے ربط: اللہ تعالیٰ نے سادہ حکم دیا کہ "ایک گائے ذبح کرو۔" اباحتِ اصل کے تحت وہ کوئی بھی عام گائے ذبح کر دیتے تو حکم پورا ہو جاتا کیونکہ اصل میں ہر گائے کا ذبح کرنا جائز تھا۔ لیکن انہوں نے غیر ضروری سوالات شروع کر دیے (اس کا رنگ کیسا ہو؟ اس کی عمر کیا ہو؟ وہ کام کرتی ہو یا نہ کرتی ہو؟) ان کے ان سوالات کی وجہ سے ان پر دائرہ تنگ ہوتا گیا اور اباحت مقید ہوتی چلی گئی۔ یہ واقعہ ہمیں سکھاتا ہے کہ شریعت کے عام اور مباح احکامات میں بال کی کھال نکالنے سے بچنا چاہیے، کیونکہ اصل میں وسعت ہی پسندیدہ ہے۔ 2۔ العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب مفہوم: "اعتبار لفظ کے عام ہونے کا ہوتا ہے، نہ کہ اس کے پس منظر یا خاص سبب نزول کا۔" اگر قرآن کی کوئی آیت کسی خاص واقعے یا شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہو، تب بھی اس کا حکم صرف اسی واقعے تک محدود نہیں رہتا، بلکہ وہ حکم ان تمام افراد اور حالات پر لاگو ہوگا جو اس لفظ کے دائرے میں آتے ہیں۔ مثال: سورہ البقرہ، آیت 2 ﴿هُدًى لِلْمُتَّقِينَ﴾ "یہ (کتاب) ہدایت ہے تقویٰ والوں کے لیے۔" وضاحت: اگرچہ قرآن مجید کے ابتدائی مخاطب صحابہ کرام تھے اور متقین کا سب سے پہلا مصداق وہ تھے، لیکن لفظ "المتقین" عام ہے۔ قیامت تک جو بھی شخص تقویٰ اختیار کرے گا، یہ کتاب اس کے لیے ہدایت رہے گی۔ نزول کا آغاز خاص دور میں ہوا، مگر لفظ کا عموم ہر دور کے متقین کا احاطہ کرتا ہے۔ 3۔ العام بقی علی عمومہ



THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : [3006-3329](#)
ISSN E : [3006-3337](#)

حتیٰ یردالمخصص مفہوم: "عام لفظ اپنے عموم پر ہی باقی رہتا ہے (یعنی اپنے تحت آنے والے تمام افراد پر لاگور ہوتا ہے) جب تک کہ شریعت میں اسے خاص کرنے والی کوئی دلیل (مخصص) نہ آجائے۔" مثال: سورہ البقرہ، آیت 21 ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا اللَّهَ﴾۔ "اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو۔" وضاحت: لفظ "الناس" (لوگ) عام ہے، جس میں دنیا کا ہر انسان (مرد، عورت، کالا، گورا، عربی، عجمی) شامل ہے۔ یہ حکم اپنے عموم پر باقی ہے اور ہر انسان پر عبادت فرض ہے۔ شریعت نے صرف ان لوگوں کو اس سے مستثنیٰ (خاص) کیا ہے جن کی عقل قائم نہیں (جیسے مجنون یا نابالغ بچے)۔ جب تک ایسی کوئی دلیل نہ ہو، لفظ عام سب کو شامل رہتا ہے

المطلق۔ بحری علی اطلاقہ حتیٰ یردالمقید

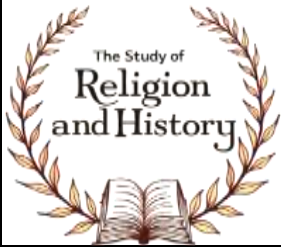
مفہوم: "مطلق (جس میں کوئی شرط یا قید نہ ہو) اپنے اطلاق پر ہی جاری رہتا ہے جب تک کہ اسے مقید (مشروط) کرنے والی کوئی دلیل نہ آجائے۔" نوٹ: 'عام' اور 'مطلق' میں فرق یہ ہے کہ عام تمام افراد کو شامل ہوتا ہے، جبکہ مطلق ذات شیء پر بغیر کسی صفت یا قید کے بولا جاتا ہے۔ مثال: سورہ البقرہ، آیت 25 ﴿وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ﴾۔ "اور ان لوگوں کو خوشخبری دے دیجیے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے۔" وضاحت: یہاں "ایمان" اور "اعمال صالحہ" کا ذکر مطلق ہے، یعنی یہاں کوئی خاص قید نہیں لگائی گئی کہ اعمال صالحہ بہت زیادہ ہوں، یا کسی خاص مقدار میں ہوں۔ ایمان لانے والے اور کوئی بھی نیک عمل کرنے والے کے لیے جنت کی خوشخبری کا حکم مطلقاً ثابت ہے۔ جب تک شریعت کسی خاص کبیرہ گناہ یا کفر پر اصرار کی قید نہ لگا دے (جو کہ ایمان کو برباد کر دے)، یہ خوشخبری ہر صاحب ایمان و عمل کے لیے اپنے اطلاق پر قائم ہے۔

المقید۔ محمل علی المطلق عند اتحاد الحكم والسبب

مفہوم: "جب حکم (حلال، حرام، فرض وغیرہ) اور اس کا سبب (جس وجہ سے حکم دیا گیا) دونوں جگہ ایک جیسے ہوں، تو مقید حکم کو 'مطلق' پر محمول کیا جائے گا۔" یعنی مطلق لفظ میں بھی وہ قید لگادی جائے گی۔ آیات احکام میں اطلاق و تقیید کی مثالیں اگرچہ پارے کے اس حصے میں فقہی احکام (جیسے وضو، کفارہ، قتل خطا) کے تفصیلی مسائل نہیں ہیں جن میں عام طور پر اس اصول کی مثالیں دی جاتی ہیں، لیکن اس دائرے میں تفسیر اور صفات کے اعتبار سے ایک بہترین مثال دیکھی جاسکتی ہے مطلق آیت (آیت 2-3): ﴿هُدًى لِلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ﴾۔ یہاں متقین کی صفت بیان کی گئی کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں (یہاں ایمان کا لفظ مطلق ہے، تفصیل نہیں کہ غیب میں کیا کیا شامل ہے) مقید / مفسر آیت (آیت 4): ﴿وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ...﴾۔ یہاں صفت کو مقید و واضح کر دیا گیا کہ ایمان سے مراد وحی، قرآن اور پچھلی کتابوں اور آخرت پر ایمان لانا ہے۔ چونکہ دونوں جگہ حکم (ہدایت یافتہ ہونا) اور سبب (متقین کی صفات) ایک ہی ہیں، اس لیے پہلی آیت کے مطلق "ایمان بالغیب" کو دوسری آیت کے "ایمان بالکتاب والآخرت" کی قید پر محمول کیا جائے گا۔

الحقیقۃ مقدمۃ علی المجاز

مفہوم: "کلام میں اصل اعتبار حقیقی معنی کا ہوتا ہے، مجازی (استعارے یا تشبیہ) کا نہیں۔" جب تک حقیقت پر عمل کرنا ممکن ہو، لفظ کو اس کے اصل اور حقیقی معنی میں ہی لیا جائے گا، مجاز کی طرف تب تک نہیں جایا جائے گا جب تک کوئی مضبوط قرینہ (دلیل) موجود نہ ہو۔ مثال: جنت، نار اور ملائکہ کا ذکر (آیات 25، 30 وغیرہ) مستشرقین یا بعض (ہیں۔ لیکن اصول فقہ کا قاعدہ اسے مسترد کرتا ہے۔ وضاحت: جب اللہ تعالیٰ نے Metaphors باطل فرماتے کہتے ہیں کہ جنت، جہنم اور فرشتے صرف تمثیل یا استعارے (فرمایا: ﴿جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ (آیت 25) یا فرشتوں کے بارے میں فرمایا: ﴿وَلَا يُذَقَّلُ لَهُمْ فِيهَا نَكَبٌ لِّمَلَأَةٍ﴾ (آیت 30)، تو یہاں حقیقت پر عمل کرنا بالکل ممکن ہے۔ جنت سے مراد وہ حقیقی باغات ہیں جو اللہ نے تیار کر رکھے ہیں، نار سے مراد حقیقی آگ ہے، ملائکہ سے مراد اللہ کی وہ نوری مخلوق ہے جس کا وجود حقیقی ہے۔ ان الفاظ کو محض اچھائی، برائی یا فطرت کی قوتوں پر محمول کرنا (مجاز کی طرف جانا) باطل ہے، کیونکہ الحقیقۃ مقدمۃ علی المجاز۔



THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : [3006-3329](#)
ISSN E : [3006-3337](#)

الاجتهاد مع النص

مفہوم: "نص" (قرآن و حدیث کے واضح حکم) کی موجودگی میں کسی قسم کے اجتہاد، قیاس یا ذاتی رائے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ "جب اللہ یا رسول اللہ ﷺ کا صاف حکم آجائے تو عقل کے گھوڑے دوڑانا ممنوع ہے۔ مثال: سورہ البقرہ، آیات 67 تا 71 (بنی اسرائیل اور گائے کا واقعہ) وضاحت: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے بنی اسرائیل کو صاف اور واضح نص (حکم) دیا: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا الْبَقْرَةَ﴾۔ "بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو۔ یہ ایک واضح نص تھی۔ ان کا کام تھا کہ فوراً کسی بھی گائے کو ذبح کر دیتے۔ لیکن انہوں نے نص کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے بجائے اپنی عقل اور اجتہاد کو دخل دینا شروع کر دیا کہ "گائے کیسی ہونی چاہیے؟ اس کا رنگ کیا ہو؟"۔ ان کا نص کے سامنے یہ رویہ (جو اجتہاد فاسد کی شکل تھا) ان کے لیے سخت ملامت اور تنگی کا باعث بنا۔ یہ واقعہ سکھاتا ہے کہ جہاں "نص" آجائے، وہاں انسان کو اپنی رائے چھوڑ دینی چاہیے۔

الأصل في أخبار الله الصدق

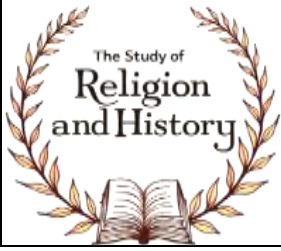
مفہوم: "اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تمام خبروں میں اصل 'سچائی' اور 'حقانیت' ہے"۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات ہر قسم کے جھوٹ، غلطی اور نقص سے پاک ہے، اس لیے اس نے کائنات، تاریخ یا مستقبل کے بارے میں جو بھی خبر دی ہے، وہ سو فیصد سچی اور یقینی ہے۔ مثال: تخلیق آدم علیہ السلام کا بیان (آیت 30 تا 39) جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: ﴿إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾ "بے شک میں زمین میں ایک خلیفہ (نائب) بنانے والا ہوں"۔ (سورہ البقرہ: 30) قاعدے سے ربط: اس واقعے میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق، فرشتوں کے سوالات، ابلیس کے انکار اور حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر اتارے جانے کی خبر دی۔ چونکہ اللہ کی خبریں اصل "صدق" (سچائی) ہے، اس لیے ایک مسلمان کے لیے ان نبی امور پر بغیر کسی شک و شبہ کے ایمان لانا واجب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سورہ کے آغاز میں متقین کی صفت "الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ" (جو غیب پر ایمان لاتے ہیں) بیان کی گئی، کیونکہ غیب کی خبریں دینے والا اللہ سچا ہے۔

الیقین لا يزول بالثبک

مفہوم: "یقین" (پختہ معلومات یا حالت) محض شک کی وجہ سے ختم نہیں ہوتا۔ اگر ایک بات یقین سے ثابت ہو، تو جب تک اس کے برعکس کوئی دوسری یقینی دلیل نہ مل جائے، محض وہم یا شک کی بنیاد پر پرانے یقین کو نہیں بدلا جائے گا۔ مثال: آخرت اور بعثت کا بیان (آیت 28) (نوٹ: آپ کے سوال میں آیت 281 کا ذکر ہے، لیکن 105 تا 107 کے دائرے میں اس کی اصل مثال آیت 28 ہے): ﴿حَيْفَ نُنْكَرُ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أَشْهُمًا فَأَنْتُمْ كَاذِبُونَ﴾ "تم اللہ کا انکار کیسے کرتے ہو؟ حالانکہ تم مردہ (بے جان) تھے تو اس نے تمہیں زندگی دی، پھر وہ تمہیں موت دے گا، پھر تمہیں زندہ کرے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔" (سورہ البقرہ: 28) قاعدے سے ربط: انسان کا دنیا میں موجود ہونا اور اللہ کا اسے زندگی دینا ایک "یقینی" امر ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ جب پہلی بار زندگی دینا یقینی ہے، تو دوبارہ زندہ کرنا (بعث بعد الموت) بھی عقل سلیم کے نزدیک یقینی ہو جاتا ہے۔ اب منکرین آخرت کا یہ شک کرنا کہ "ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو کیسے زندہ ہوں گے؟" محض ایک وہم اور شک ہے، اور یہ شک اس یقینی حقیقت کو زائل (ختم) نہیں کر سکتا کہ جس خدا نے پہلی بار پیدا کیا وہ دوبارہ بھی پیدا کرے گا۔

الحکم بدور مع علمه وجودا وعدما

(کے ساتھ گھومتا ہے؛ اگر علت موجود ہوگی تو حکم بھی موجود ہوگا، اور اگر علت ختم ہو جائے تو حکم بھی ختم ہو جائے گا۔ Reason مفہوم: "شریعت کا حکم اپنی علت (وجہ) / مثال: ایمان و عمل صالح پر جنت کا وعدہ (آیت 25) ﴿وَنُفِثَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ﴾ "اور ان لوگوں کو خوشخبری دے دیجیے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے کہ ان کے لیے باغات ہیں۔" (سورہ البقرہ: 25) قاعدے سے ربط: یہاں جنت ملنے کا "حکم" (نتیجہ) مشروط ہے ایک "علت" کے ساتھ، اور وہ علت "ایمان اور



THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : [3006-3329](#)
ISSN E : [3006-3337](#)

عمل صالح" ہے۔ جہاں یہ علت موجود ہوگی (وجوداً)، وہاں جنت کا حکم بھی لاگو ہوگا۔ اور اگر خدا نخواستہ کوئی شخص ایمان اور عمل صالح سے محروم ہو جائے (عدماً)، تو جنت کا یہ حکم بھی اس کے لیے ختم ہو جائے گا۔ حکم کا دار و مدار پوری طرح علت پر ہے۔

الجزء من جنس العمل

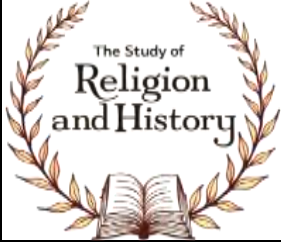
مفہوم: "بدلہ عمل ہی کی جنس (نوعیت) سے ہوتا ہے"۔ انسان جیسا عمل کرتا ہے، اسے ویسا ہی صلہ ملتا ہے۔ اچھائی کا بدلہ اچھائی اور برائی کا بدلہ برائی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ مثال: نیکی پر جنت اور کفر پر عذاب (آیات 25 اور 39) نیکی کی مثال (آیت 25): جنہوں نے دنیا میں پاکیزہ زندگی گزاری اور نیک اعمال کیے، انہیں بدلے میں "جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ" اور "أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ" (پاکیزہ جوڑے) ملے۔ یعنی دنیا کی پاکیزہ محنت کا بدلہ آخرت کی پاکیزہ نعمتوں کی شکل میں ملا۔ برائی کی مثال (آیت 39): ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ﴾ (اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا، وہی آگ والے ہیں)۔ چونکہ انہوں نے کفر کی گرمی اور سرکشی دکھائی، اس لیے بدلے میں انہیں جہنم کی تیش اور آگ ملی۔ عمل کی نوعیت نے ہی بدلے کی نوعیت ملے کی۔ 11 سد الذرائع مفہوم: "برائی اور حرام تک پہنچانے والے راستوں اور ذرائع کو پہلے ہی بند کر دینا"۔ شریعت صرف گناہ کو حرام نہیں کرتی، بلکہ ان تمام کاموں سے بھی روک دیتی ہے جو انسان کو اس گناہ کے قریب لے جائیں۔ مثال: فساد فی الارض اور عہد شکنی سے ممانعت (آیت 27) ﴿وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ يَفْقَهُونَ مَا آتَىٰ اللَّهُ بِهِ أَن يُوَصَّلَ وَيُفْسَدُونَ فِي الْأَرْضِ﴾ "جو اللہ کے عہد کو پکا کرنے کے بعد توڑتے ہیں، اور ان (رشتوں) کو کاٹتے ہیں جن کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے، اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔" (سورہ البقرہ: 27) قاعدے سے ربط: زمین میں "فساد" ایک بڑا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بڑے گناہ کا راستہ روکنے کے لیے (سد الذرائع کے طور پر) ان بنیادی اسباب کو حرام قرار دیا جو فساد کا ذریعہ بنتے ہیں، یعنی عہد شکنی کرنا اور قطع رحمی (رشتوں کو کاٹنا)۔ اگر معاشرے میں رشتوں کو کاٹا جائے گا اور وعدے توڑے جائیں گے تو لازمی طور پر فساد پیدا ہوگا۔ چنانچہ فساد کو روکنے کے لیے شریعت نے اس کے ذرائع کو پہلے ہی ممنوع قرار دے دیا۔

فتح الذرائع إلى الخير

مفہوم: "خیر، نیکی اور اطاعت تک پہنچانے والے راستوں اور ذرائع کو کھولنا اور ان پر ابھارنا"۔ جو مباح یا مستحب کام کسی بڑے فرض یا نیکی کا ذریعہ بنیں، شریعت ان پر عمل کرنے کا حکم دیتی ہے۔ مثال: نماز اور صبر سے مدد حاصل کرنا (آیت 45) ﴿وَأَسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۖ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ﴾ "اور صبر اور نماز کے ذریعے مدد چاہو، اور بے شک یہ (نماز) بہت بھاری ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر نہیں ہے۔" (سورہ البقرہ: 45) قاعدے سے ربط: انسان کا اصل مقصد اللہ کی رضا، دین پر استقامت اور دنیا و آخرت کی کامیابی (جو کہ "خیر" ہے) حاصل کرنا ہے۔ اس خیر تک پہنچنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے دو عظیم ذرائع کے راستے کھولے اور ان کا حکم دیا: صبر (جو نفس پر قابو پانے کا ذریعہ ہے) اور نماز (جو اللہ سے تعلق کا ذریعہ ہے)۔ ان ذرائع کو اختیار کرنے سے انسان کے لیے باقی تمام نیکیاں کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

الضرر يزال

مفہوم: "نقصان اور تکلیف دہ چیز کو دور کیا جائے گا"۔ شریعت کا مقصد انسانوں سے تکلیف کو ہٹانا اور آسانی پیدا کرنا ہے۔ جہاں بھی کسی حکم سے انسانی جان یا مال کو سخت نقصان پہنچ رہا ہو، وہاں شریعت رخصت (آسانی) دے دیتی ہے۔ مثال: بنی اسرائیل کے لیے بادلوں کا سایہ اور من و سلویٰ کا نزول (آیت 57) ﴿وَعَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّاءَ وَالسَّلْوَىٰ﴾ "اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کیا اور تم پر من اور سلویٰ اتارا۔" (سورہ البقرہ: 57) قاعدے سے ربط: جب بنی اسرائیل مصر سے نکل کر "میدانِ تیہ" میں پہنچے، جہاں نہ کوئی چھت تھی نہ درخت اور نہ کھانے پینے کا سامان، تو وہ سخت دھوپ اور بھوک کی وجہ سے شدید "ضرر" (تکلیف و نقصان) میں مبتلا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے شریعت ٹکونی کے تحت ان کے اس ضرر کو دور کرنے کے لیے بادلوں کا سایہ بھیجا اور کھانے کے لیے تیار خوراک (من و سلویٰ) اتاری۔ یہ اس بات کی واضح مثال ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے تکلیف اور نقصان کو دور فرماتا ہے۔



THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : [3006-3329](#)
ISSN E : [3006-3337](#)

المشفقة تجلب التيسير

مفہوم: "مشقت اور سختی اپنے ساتھ آسانی لاتی ہے۔" یعنی جب کسی شرعی حکم پر عمل کرنا انسان کے لیے عام حالات سے بڑھ کر سخت تکلیف یا نقصان کا باعث بن جائے، تو شریعت وہاں قانون میں نرمی، رخصت یا آسانی پیدا کر دیتی ہے۔ مثال: بنی اسرائیل کے احکام میں تدریج اور تیسیر اگرچہ پارے کے اس حصے (آیات 105 تا 107) میں بعد کی آیات کی طرح سفر یا بیماری میں روزے چھوڑنے کی صریح رخصت کا ذکر نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے احوال بیان کرتے ہوئے یہ واضح کیا کہ جب ان پر آزمائش سخت ہوئی تو اللہ نے ان کے لیے آسانیاں پیدا کیں: میدان تیرہ میں جب شدید دھوپ اور جھوک کی مشقت سامنے آئی، تو اللہ نے بادلوں کا سایہ کر کے اور من و سلوی اتار کر تیسیر (آسانی) پیدا فرمائی (آیت 57) اسی طرح جب وہ پیاس کی شدید مشقت میں مبتلا ہوئے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پتھر پر عصا مارنے سے بارہ چشمے جاری کر دیے گئے تاکہ ہر قبیلے کو آسانی سے پانی مل جائے (آیت 60)۔

الأصل براءة الذمة

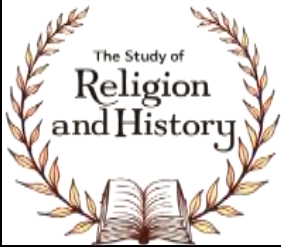
مفہوم: "انسان کا ذمہ (اصل کے اعتبار سے) ہر قسم کے شرعی حق، ذمہ داری، جرم یا عیب سے بری (خالی) ہے۔" جب تک کسی شخص پر کسی فرض، گناہ یا جرم کی کوئی واضح شرعی دلیل قائم نہ ہو جائے، اسے بے قصور اور ذمہ داری سے آزاد سمجھا جائے گا۔ مثال: تکلیف دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہوتی شریعت میں کسی کو مکلف (ذمہ دار) ٹھہرانے کے لیے دلیل قطعی ضروری ہے۔ اس پارے کے آغاز میں منکرین حق اور منافقین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (سورہ البقرہ: 10) "ان کے دلوں میں بیماری ہے، پس اللہ نے ان کی بیماری کو بڑھا دیا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔" (سورہ البقرہ: 10) قاعدے سے ربط: اللہ تعالیٰ کسی کو بلا وجہ یا محض شک کی بنیاد پر عذاب کا مکلف نہیں بناتا۔ ان کا عذاب کا مستحق ہونا اس لیے ثابت ہوا کیونکہ ان کے جرم (جھوٹ اور نفاق) کی قطعی دلیل موجود تھی، جس کی وجہ سے ان کی "برأت ذمہ" ختم ہو گئی۔ جب تک انسان کفر یا گناہ کا ارتکاب نہ کرے، وہ عذاب سے بری الذمہ رہتا ہے۔

الأمر بعد الخطر يفيد الإباحة

مفہوم: "کسی چیز کی ممانعت (خطر) کے بعد جب دوبارہ اس کا حکم (امر) دیا جائے، تو وہ فرض یا واجب ہونے کے لیے نہیں ہوتا، بلکہ اس چیز کے دوبارہ 'جائز اور مباح' ہونے کا فائدہ دیتا ہے۔" فقہی تطبیقات اور مثال: حضرت آدمؑ کا واقعہ (آیات 35) جنت میں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کو ایک مخصوص درخت سے روکا گیا تھا (یہ خطر یعنی ممانعت تھی): ﴿وَلَا تَقْرَبُوا هَذِهِ الشَّجَرَةَ﴾ (اس درخت کے قریب نہ جانا)۔ پھر جب زمین پر اترنے کا معاملہ ہوا اور توبہ قبول ہوئی، تو انسان کے لیے زمین کی تمام پاکیزہ چیزوں کے استعمال کی عام اجازت دی گئی (آیت 36 اور 38)۔ اگرچہ اس قاعدے کی صریح ترین مثال اسی سورہ کی آیت 187 (رمضان کی راتوں میں بیویوں کے پاس جانے کی اجازت) ہے، لیکن اصولی طور پر جب بنی اسرائیل کو مچھلی پکڑنے یا مخصوص دنوں میں بعض پابندیوں کے بعد عام دنوں میں شکار یا دنیوی معاملات کی اجازت دی گئی، تو وہ اسی قاعدے کے تحت اباحت (جائز ہونے) کا فائدہ دیتی ہے۔

الأصل في أفعال الله المحمّلة

مفہوم: "اللہ تعالیٰ کے ہر فعل اور فیصلے کی بنیاد 'حکمت' پر ہے۔" اللہ سبحانہ و تعالیٰ جو کچھ بھی پیدا کرتا ہے یا جو بھی حکم دیتا ہے، وہ کبھی بھی فضول، عبث یا بے مقصد نہیں ہوتا، بلکہ اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی گہری حکمت کار فرما ہوتی ہے، چاہے انسان کی عقل وہاں تک پہنچے یا نہ پہنچے۔ مثال: خلافتِ آدم علیہ السلام کا بیان (آیت 30) ﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ... قَالَ إِنِّي أَنزَلْتُ عَلَيْكَ الْغُلَامَ ۚ قَالَ لَا تَعْلَمُونَ ۖ قَاعِدَے سے ربط: فرشتوں نے انسانی جبلت کے ظاہری رخ کو دیکھ کر سوال کیا کہ ایسی مخلوق کیوں پیدا کی جا رہی ہے جو زمین میں خون بہائے گی؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے صریح طور پر اپنی صفتِ حکمت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: "إِنِّي أَنزَلْتُ عَلَيْكَ الْغُلَامَ ۚ"۔



THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : [3006-3329](#)
ISSN E : [3006-3337](#)

تَعْلَمُونَ" (بے شک میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے)۔ یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ انسان کی تخلیق اور خلافت کا یہ فیصلہ سر اسر اللہ کی عظیم حکمت پر مبنی تھا جس کا احاطہ فرشتوں کی عقل بھی نہ کر سکی۔

العبرة بالمقاصد والمعاني لا بالألفاظ والمباني

مفہوم: "معاملات اور احکامات میں اصل اعتبار نیتوں، مقاصد اور معانی کا ہوتا ہے، نہ کہ محض ظاہری الفاظ اور بناوٹ کا"۔ اگر کوئی شخص بظاہر اچھے الفاظ بولے لیکن اس کا مقصد فاسد ہو، تو شریعت ظاہری الفاظ کو رد کر کے اس کے اصل مقصد پر حکم لگاتی ہے۔ مثال: بنی اسرائیل اور منافقین کے واقعات سے اس پارے میں منافقین کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَيَا أَيُّهَا النَّاسُ آمِنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ﴾ اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائے، حالانکہ وہ (اداکر رہے تھے، لیکن Structures ہرگز مومن نہیں ہیں۔" (سورہ البقرہ: 8) قاعدے سے ربط: منافقین زبان سے "آمینا" (ہم ایمان لائے) کے ظاہری الفاظ اور مبانی (چونکہ ان کا مقصد اور دل کا معنی ایمان سے خالی تھا، اس لیے اللہ نے ان کے ظاہری الفاظ کا کوئی اعتبار نہیں کیا اور صاف فرما دیا کہ وہ مومن نہیں ہیں۔ شریعت میں اصل وزن "معنی اور مقصد" کا ہے۔

الوسائل لھا احکام المقاصد

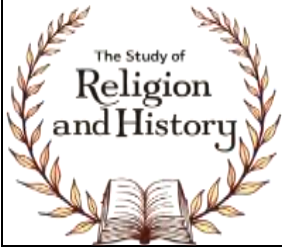
مفہوم: "ذرائع اور وسائل کا شرعی حکم وہی ہوتا ہے جو ان کے اصل مقصد کا ہوتا ہے"۔ اگر مقصد نیکی اور فرض ہے، تو اس تک پہنچانے والا ذریعہ بھی نیکی یا واجب بن جائے گا۔ اور اگر مقصد گناہ ہے، تو اس کا ذریعہ بننے والا کام بھی حرام ہو جائے گا۔ مثال: عہد شکنی اور فساد کا باہمی تعلق (آیت 27) ﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ عَهْدَ اللَّهِ... وَيُقْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ﴾ قاعدے سے ربط: زمین میں فساد پھیلانا ایک حرام مقصد (برائی) ہے۔ بنی اسرائیل نے وعدہ خلافت کی اور اللہ کے احکام کو توڑا، جو کہ دراصل فساد تک پہنچنے کا وسیلہ اور ذریعہ بنا۔ چونکہ فساد حرام ہے، اس لیے وہ تمام وسائل (جیسے عہد شکنی اور قطع رحمی) جو اس حرام مقصد تک پہنچاتے ہیں، وہ بھی شریعت میں کبیرہ گناہ اور حرام قرار پائے۔

مَالِئِمْ الْوَالِدِ إِلَّا بِهِ فَهُوَ وَاجِبٌ

مفہوم: "وہ کام جس کے بغیر کوئی دوسرا واجب (فرض) پورا ہونا ممکن نہ ہو، تو وہ کام بھی انسان پر واجب ہو جاتا ہے"۔ (مثال کے طور پر: نماز فرض ہے، اور وضو کے بغیر نماز ممکن نہیں، لہذا وضو کرنا بھی فرض ہے)۔ مثال: عبادت اور تقویٰ کے تقاضوں سے استنباط (آیت 21) ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ ارْغَبُوا إِلَى اللَّهِ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ "اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔" (سورہ البقرہ: 21) قاعدے سے ربط: اس آیت میں انسان کا اصل فریضہ اور واجب کام "تقویٰ" (اللہ کی ناراضگی سے بچنا) حاصل کرنا بیان کیا گیا ہے۔ اب تقویٰ کا یہ واجب تب تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک انسان اللہ کی عبادت نہ کرے۔ چونکہ تقویٰ کا حصول عبادت کے بغیر ناممکن ہے، اس لیے عبادت کرنا بھی انسان پر فرض اور واجب ہو گیا۔

إِذَا تَارَعْتَ مَفْسِدَتَانِ رُوعِي عَظَمَتَا

مفہوم: "جب دو برائیاں یا نقصانات (مفسدے) ایک ساتھ سامنے آجائیں اور کسی ایک کو چننا لازمی ہو، تو بڑے نقصان سے بچنے کے لیے چھوٹے نقصان کو برداشت کر لیا جاتا ہے"۔ (اسے ارتکاب الخف الضررین بھی کہتے ہیں)۔ مثال: بنی اسرائیل اور چھڑے کی عبادت کا واقعہ (آیات 51 تا 54) جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہر طور پر تشریف لے گئے، تو پیچھے سے بنی اسرائیل نے چھڑے کی پوجا شروع کر دی جو کہ شرک اکبر (سب سے بڑا مفسدہ / برائی) تھا۔ اس موقع پر حضرت ہارون علیہ السلام نے ان کو سختی سے اس لیے نہیں روکایا ان سے جنگ نہیں کی کہ کہیں بنی اسرائیل میں تفرقہ نہ پڑ جائے اور وہ آپس میں کٹ نہ مریں (جو کہ ایک اور مفسدہ تھا)۔ بعد میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آئے، تو اس سب سے بڑے مفسدے (شرک) کو ختم کرنے کے لیے انہوں نے مجرموں کو قتل کرنے کا سخت حکم دیا (آیت 54)۔ یعنی قوم کی بقا اور ایمان کو



THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : [3006-3329](#)
ISSN E : [3006-3337](#)

بچانے کے لیے (جو کہ بڑی مصلحت تھی)، شرک کے فتنے جیسے عظیم مفسدے کو ختم کرنے کے لیے تلوار اٹھانے کے نسبتاً چھوٹے مفسدے کو برداشت کیا گیا تاکہ دین کی بنیاد محفوظ رہ سکے۔

الحاصل مقدم علی العام

مفہوم: "جب کسی معاملے میں ایک عام حکم (جو سب کے لیے ہو) اور ایک خاص حکم (جو مخصوص فرد یا حالت کے لیے ہو) دونوں موجود ہوں، تو خاص حکم کو عام پر مقدم (کردیتا ہے، جسے اصول فقہ میں تخصیص کہا جاتا ہے۔ مثال: احکام بنی اسرائیل میں تخصیص Restrict (ترجیح) رکھا جائے گا۔" یعنی خاص حکم، عام حکم کے دائرے کو محدود (آیات 47 اور 48) سورہ البقرہ کی آیت 47 میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پر اپنے عام احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ﴾۔ "اور یہ کہ میں نے تمہیں تمام جہان والوں پر فضیلت دی تھی۔" یہ ایک عام لفظ ہے جو بظاہر یہ تاثر دیتا ہے کہ بنی اسرائیل کو ہر اعتبار سے اور ہر دور کے لیے سب پر فضیلت حاصل ہے۔ لیکن فوراً اگلی ہی آیت (آیت 48) میں اس کی تخصیص کر دی گئی: ﴿وَاللَّهُ يَوْمَئِذٍ عَلِيمٌ﴾۔ "اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی جان کسی دوسری جان کے کام نہ آئے گی اور نہ اس کی طرف سے کوئی سفارش قبول ہوگی..." قاعدے سے ربط: پہلی آیت کا عموم یہ بتا رہا تھا کہ وہ فضیلت والے ہیں، لیکن دوسری آیت نے "خاص" کر دیا کہ یہ فضیلت ان کے ایمان اور اطاعت کے ساتھ مشروط تھی۔ اگر وہ کفر اور نافرمانی کریں گے تو قیامت کے دن یہ عام فضیلت ان کے کچھ کام نہیں آئے گی اور وہ بھی عام مجرموں کی طرح پکڑ لیے جائیں گے۔ چنانچہ خاص حکم نے عام کے دائرے کو واضح اور محدود کر دیا

البيان لا يجوز تأخيرہ عن وقت الحاجة

مفہوم: "جب کسی حکم پر عمل کرنے کا وقت (حاجت) آجائے، تو شارع (اللہ اور اس کے رسول ﷺ) کے لیے اس حکم کی ضروری وضاحت (بیان) کو اس وقت سے مؤخر کرنا (آگے بڑھانا) جائز نہیں ہے۔" یعنی شریعت کبھی ایسا نہیں کرتی کہ انسان پر کوئی عمل فرض کر دے لیکن اس پر عمل کا وقت آنے تک یہ نہ بتائے کہ عمل کرنا کیسے ہے۔ مثال: احکام کی بروقت وضاحت اور بنی اسرائیل کا گائے کا واقعہ (آیات 67 تا 71) جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تَذْبَحُوا بَقَرَةً﴾۔ "بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو۔" قاعدے سے ربط: اس وقت ان کے لیے ایک قاتل کا پتہ لگانے کے لیے گائے ذبح کرنے کی "حاجت" (ضرورت) پیش آچکی تھی۔ چونکہ اللہ کا حکم واضح تھا کہ "کوئی سی بھی گائے ذبح کر دو"، اس لیے عمل کا بیان اسی وقت مکمل ہو چکا تھا اور اس میں کوئی ابہام یا تاخیر نہیں تھی۔ بنی اسرائیل نے سمجھا کہ شاید کوئی خاص گائے مراد ہے جس کا بیان مؤخر کر دیا گیا ہے، اس لیے وہ بار بار پوچھتے رہے کہ "اس کی وضاحت کیجیے۔" لیکن حقیقت یہ تھی کہ شریعت نے کوئی وضاحت مؤخر نہیں کی تھی؛ اگر کوئی خاص گائے مراد ہوتی تو اللہ تعالیٰ حاجت کے اسی پہلے وقت میں خود ہی واضح فرمادیتا۔ ان کا بار بار سوال کرنا اس قاعدے سے ناواقفیت کی دلیل تھا۔

ترك الاستفصال في مقام الاحتمال ينزل منزلة العموم

مفہوم: "جب کسی گفتگو یا واقعے میں متعدد احتمالات (مختلف صورتیں) موجود ہوں، اور صاحب حکم (اللہ یا رسول ﷺ) تفصیلات طلب کیے بغیر (ترك الاستفصال) کوئی حکم جاری فرمادیں، تو وہ حکم ان تمام احتمالات اور صورتوں کے لیے عام سمجھا جائے گا۔" مثال: عمومی خطابات (آیت 21) ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا اللَّهَ﴾۔ "اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو" قاعدے سے ربط: لفظ "الناس" (لوگ) میں کئی احتمالات ہیں۔ اس میں امیر بھی ہیں، غریب بھی، تندرست بھی ہیں اور بیمار بھی، حاکم بھی ہیں اور محکوم بھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں کوئی تفصیل یا تفریق طلب نہیں کی (مثلاً یہ نہیں فرمایا کہ صرف مالدار عبادت کریں یا صرف صحتمند کریں)،

سفارشات و تجاویز

تفسیر حدائق الروح والریحان فی روای علوم القرآن کے تمام جلدوں میں فقہی قواعد کا مدارس میں عملی اجراء کرایا جائے۔

قواعد فقہیہ کی روشنی میں عصری تقاضوں کے مطابق تطبیق کرائی جائے۔



THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4 No.1 2026

ISSN P : [3006-3329](#)
ISSN E : [3006-3337](#)

حدائق الروح والریحان میں فقہی مسائل کا دوسرے تفسیر سے موازنہ کیا جائے۔

مصادر ومراجع

- فقہ اسلامی کے اصول، ڈاکٹر وہبہ الزہیلی، دار الفکر برائے طباعت، تقسیم اور اشاعت دمشق، پہلا ایڈیشن (1406ھ-1986ء)۔ ک (12)
- اعلم الموقنین عن رب العالمین محمد بن ابی بکر ایوب الزرعی ابو عبد اللہ، ناشر: دار الجبل، بیروت، 1973ء، تدوین: طہ عبد الرؤف سعد۔ (13)
- الاعلام: خیر الدین الزرکلی (متوفی 1396ھ)، ناشر: دار العلم للملائین، 15 واں ایڈیشن (2002)، کتاب کا نمبر مطبوعہ ورژن سے ملتا ہے۔ (14)
- الام از الشافعی، زیر نگرانی محمد زہر النجار، دار المعرفہ برائے طباعت و اشاعت، بیروت، لبنان، (1393ھ)۔ (15)
- البحر المحیط فی اصول الفقہ از بدر الدین محمد بن بہادر بن عبد اللہ الزرکاشی، (متوفی 794ھ)، ڈاکٹر محمد محمد تمر کی تصدیق شدہ اور تدوین، دار الکتب العلمیہ نے شائع کیا، سال (16)
- اشاعت (1420ھ، بیروت، 1420ھ)۔
- بدائع الصنائع فی الطریق الشرائع از علاء الدین کاسانی، باب نماز، صیغہ: ادا کرنے کا طریقہ، ناشر: دار الکتب العربی، اشاعت سال: 1982ء، بیروت۔ (17)
- البرہان فی العلوم القرآن از الزرکشی ابو عبد اللہ بدر الدین محمد، جن کی وفات 794 ہجری میں ہوئی، جس کی تدوین محمد ابو الفضل ابراہیم نے کی، جسے دار احیاء الکتب (18)
- العربیہ نے شائع کیا، عیسیٰ البسی الجلی اور ان کے شراکت داروں نے، پھر دارالعلوم، دارالعلوم، دارالعلوم کے ساتھ شائع کیا۔ وہی صفحہ نمبر، پہلا ایڈیشن، 1276ھ-1957ء
- کتاب کی باریکیوں میں تفکر کی بصیرت: الفیروز آبادی، تدوین: محمد علی النجار، عبد العظیم الطحاوی، ناشر: سپریم کونسل برائے اسلامی امور، سال اشاعت (1416ھ)۔ (19)
- 1996ء، مطبوعہ ایڈیشن۔